اسلام میں عورت کی شہادت

محترمہ اُمِّ حسن صاحبہ - منصورہ، لاہور

(۴)

پھر اللہ تعالیٰ شریعتِ مطہرہ کے صرف چند اجزا نہ ماننے والوں کو انتباہ کرتا ہے:

أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَاءُ مَنْ يَفْعَلُ ذَٰلِكَ مِنْكُمْ إِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرَدُّونَ إِلَىٰ أَشَدِّ الْعَذَابِ ۗ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ - (بقرۃ - ۸۵)

"کیا تم کتابِ الٰہی کے کچھ اجزاء پر ایمان لاتے ہو اور کچھ حصوں کا انکار کر دیتے ہو، جو کوئی تم میں سے یہ کام کرے اِس کے علاوہ اس کی کیا سزا ہو سکتی ہے کہ وہ دنیا وی زندگی میں بھی ذلیل و خوار ہو اور آخرت میں بھی انھیں سخت عذاب کی طرف لوٹایا جائے اور اللہ تمہارے اعمال سے غافل نہیں ہے۔"

چونکہ یہ مذموم عادت یہودیوں میں موجود تھی اس لیے قرآن کریم نے ہر جگہ ان کے لیے ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَاءُوا بِغَضَبٍ مِنَ اللَّهِ کے الفاظ ارشاد فرمائے ہیں۔ غور کیجیے کتنی کڑی سزا ہے۔ کیا اسلامی قانون کو مغربی رنگ دینے والے مسلمان اسی سزا کے مستحق بننا چاہتے ہیں؟

اللہ کا شکر ہے کہ پاکستان کے غالب طبقۂ نسواں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیئے گئے حقوق پر کوئی گلہ شکوہ نہیں۔ کوئی اعتراض نہیں بلکہ وہ اسی کو اپنے لیے محفوظ جائے عافیت سمجھتی ہیں اور اس کے دامن میں پناہ لینے کو اپنے لیے سرمایۂ افتخار سمجھتی ہیں ویسے بھی مغرب کے تجربات نے اسلامی قوانین کی برتری پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے جس سے پاکستانی خواتین کے ایمان پہلے سے زیادہ مضبوط ہو گئے ہیں۔

البتہ ہمارے مُلک میں ایک افرنگ زدہ طبقہ ایسا موجود ہے جو اسلام کے ہر حکم پر اعتراض کا کوئی بھی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتا۔ اس کا طریق واردات یہ ہے کہ پہلے ایک بہت نادر الوقوع مگر اشتعال انگیز واقعہ گھڑ لیا جاتا ہے۔ پھر اس مفروضہ کو اس طرح بڑھا چڑھا کر پیش کیا جاتا ہے کہ ان کے پاس اس کے تدارک کی صرف ایک ہی شکل باقی رہ جاتی ہے کہ اسلام کے دقیانوسی اور ظالمانہ" قانون کو چھوڑ کر مغرب کے بظاہر چمکتے دمکتے قوانین کو بے دھڑک اختیار کر لیا جاتے۔ مقام صد حیف ہے کہ خود اہل مغرب آہستہ آہستہ صدیوں کے تجربے کے بعد اسلامی قوانین کی بہتری اور برتری کے قائل ہو رہے ہیں مگر ہمارے ہاں کے نام نہاد مرعوب مسلمان مغربی قوانین پر مرے جا رہے ہیں اور اپنے ہاں کے جواہرات کو چھوڑ کر ان کے سنگریزوں کو درآمد کر کے فخر محسوس کرتے ہیں۔

عورت کی نصف شہادت کے سلسلے میں ایک مفروضہ یہ پیش کیا گیا ہے کہ کسی گھر میں یک دم ڈاکو آ گھستے ہیں۔ وہ بچوں اور صاحبِ خانہ کو قتل کر ڈالتے ہیں۔ اور تمام مال و اسباب لُوٹ کر لے جاتے ہیں۔ صرف ایک عورت باقی رہ جاتی ہے۔ اب اسلام حدود و قصاص کے مسئلے میں عورت کی شہادت کو سرے سے تسلیم کرتا ہی نہیں ہے، یا کرتا ہے تو آدھا، اِس مظلوم و بے بس عورت کا اتنا جانی و مالی نقصان پہلے ہو چکا۔ اب اس کی گواہی بھی ادھوری ہے۔ وہ کرے تو کیا کرے؟ کہ اس کے مال کی بازیافت بھی ہو سکے اور مجرموں کو قرار واقعی سزا بھی مل سکے؟

اس طریقِ واردات کا مقصد عورتوں کو اشتعال دلا کر اسلامی قوانین سے برانگیختہ

کرنا نہیں تو اور کیا ہے۔ آخر ہماری روشن خیال بیگمات عالمی نسوانی کانفرنسوں میں کیا منہ دکھائیں گی:

لیکن اگر ذرا ٹھنڈے دل سے صورتِ حال کا تجزیہ کیا جائے تو یہ اتنی مایوس کن نہیں ہے، جتنی فرض کر لی گئی ہے۔

اس صورتِ حال کا فیصلہ کرنے سے پہلے میں آپ سے پوچھنا چاہوں گی کہ کیا اتنا تشدد دیکھنے کے بعد وہ عورت اپنے ہوش و حواس برقرار رکھ سکے گی؟ کیا وہ اس قابل ہو سکتی ہے کہ تمام جزئیات کا ٹھیک ٹھیک مشاہدہ کرے، ٹھیک ٹھیک اس کو یاد رکھ سکے اور پھر بلا کم و کاست درست گواہی دے سکے۔

بلا شبہ بعض عورتیں ایسی ہو سکتی ہیں جن کا مشاہدہ قتل، چوری اور عصمت دری کی بھیانک وارداتوں میں قابلِ اعتماد قرار دیا جا سکے اور وہ انہیں عدالت کے سامنے ٹھیک طریقے سے پیش بھی کر سکیں۔ مگر بہ حیثیت ایک نوع کے عورت اس کی متحمل نہیں ہے۔ اور قانون ہمیشہ اکثریت کو ملحوظ رکھ کر وضع کیا جاتا ہے۔ کیا یہ معقولیت ہے کہ اسلام جیسے ابدی اور ہمہ گیر قانون کی بنیاد عمومی اور کثیر الوقوع حالات کے بجائے اس قسم کے شاذ اور نادر الوقوع حالات پر رکھی جائے؟

مندرجہ بالا مخصوص واقعہ ایک استثنائی واقعہ ہے اور اس کا فیصلہ بھی استثنائی ہی ہوگا۔ اور وہ یہ ہے کہ وہ عورت عدالت میں گواہی دے گی (اگر وہ دینے کے قابل ہے تو) آدھی اُس کی گواہی اور آدھی گواہی قرائن سے پوری کی جائے گی۔ قرائن یعنی ملزم کے ہاتھوں کے نشانات دیگر آلاتِ جاسوسی وغیرہ۔ اور اس طرح فیصلہ مکمل ہو سکے گا۔ اور اگر عورت بالکل ہی گواہی دینے کے قابل نہ ہو تو اس کے تندرست ہونے کا انتظار کیا جائے۔ اور جب اس کی دہشت دُور ہو تو اُس کی گواہی اور قرائن کی گواہی مِل کر فیصلہ کن ثابت ہوں گے۔ جج ملزم کو تعزیراً پھانسی بھی دے سکتا ہے۔ مجرم کسی حال میں بھی سزا سے نہیں بچ سکتا۔

ھٰذا ما عندی واللّٰہ اعلم بالصواب

آخر میں ایک گذارش !

اگر ہم اس طرح اہلِ مغرب کے سامنے پسپا ہونے لگیں تو اسلام کے کس کس قانون پر نشتر چلائیں گے ۔ کہاں کہاں سے بدنامی کا داغ دھوئیں گے ۔ اس طرح تو پھر اسلامی عقاید کی خیر نہیں ۔ پھر تو ہمارے ایمان اور دین کا پورا سرمایہ ہی جدید زمانے کی مصلحتوں پر قربان ہوتے ہوتے دریا بُرد ہو جائے گا ۔ اپنے دین و ایمان کو بچانے کی صرف ایک ہی سبیل ہے کہ پوری مومنانہ جرأت اور اخلاقی قوت کے ساتھ دلائل کی قوت سے کام لیکر یہ ثابت کیا جائے کہ جس چیز کو دشمنِ اسلام بدنامی کہہ رہے ہیں ، وہی دراصل نیک نامی کا طرۂ امتیاز اور دورِ جدید میں مسلمانوں کا سرمایۂ افتخار ہے ۔ پس (ماسوا نسوانی مسائل) عورت کی نصف شہادت کے سلسلے میں بھی ہمیں یہی راہ اپنانی ہوگی ۔ کیونکہ یہ مسئلہ بھی تائیدات قرآن و سنت ، تعاملِ صحابہ اور اجماعِ اُمت کی روشنی میں ایک مسلّمہ مسئلہ کی حیثیت اختیار کر گیا ہے ۔ اب اس کے خلاف انفرادی اجتہاد کا کوئی وزن نہیں ۔ عالمِ اسلام کے تمام فقہاء و علماء عورت کی نصف شہادت کے مسئلے سے اختلاف نہیں رکھتے ۔ پوری اُمت کا فقہی سرمایہ ایک طرف ہو اور چند لوگ شذوذ کی راہ ——— اختیار کریں تو پھر یہ لوگ اپنا مقام خود ہی متعین کر لیں ——— ہم عرض کریں گے تو شکایت ہوگی ۔

اس مقالہ کی تیاری میں درج ذیل کتابوں سے مدد لی گئی ہے ۔

مختصر تفاسیرِ قرآن کے علاوہ :-

— اسلام اور عورت پر کیے گئے اعتراضات کا جائزہ ۔ از سید جلال الدین عمری ۔

— عورت اسلامی معاشرہ میں ۔ 〃 〃 〃 〃 〃

— رسائل و مسائل حصّہ ہفتم   از ملک غلام علی

— اسلام اور جدید ذہن کے شکوک و شبہات   از محمد قطب

— المرأۃ بین الفقہ والقانون   از ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی